Open Access
Al-Marjān Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

Ibn Baṭṭāl's Views on the Divine Names in His Commentary on Ṣaḥīḥ al-Bukhārī: An Analytical Study

شرح صحیح بخاری میں ابن بطالؒ کی آراء: اسماءِ باری تعالیٰ کے تناظر میں تحقیقی جائزہ

Authors Details

1. **Muhammad Tayyab** (Corresponding Author)
   PhD Scholar, Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Bahawalpur, Pakistan.
   Email: **muhammadtayyab1350@gmail.com**
2. **Dr. Muhammad Sohaib Jameel**
   Lecturer, Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Bahawalpur, Pakistan.

Citation

Tayyab, Muhammad and Dr. Muhammad Sohaib Jameel." Ibn Baṭṭāl's Views on the Divine Names in His Commentary on Ṣaḥīḥ al-Bukhārī: An Analytical Study. " *Al-Marjān Research Journal* 2, no. 3 (October–December 2024): 778–796.

Submission Timeline

Received: Nov 16, 2024
Revised: Dec 08, 2024
Accepted: Dec 12, 2024
Published Online: Dec 21, 2024

Publication, Copyright & Licensing

Article QR

Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan.
Rights Reserved © 2023.
This article is open access and is distributed under the terms of Creative Commons Attribution 4.0 International License

Ibn Baṭṭāl's Views on the Divine Names in His Commentary on Ṣaḥīḥ al-Bukhārī: An Analytical Study

شرح صحیح بخاری میں ابن بطالؒ کی آراء: اسماءِ باری تعالیٰ کے تناظر میں تحقیقی جائزہ

☆محمد طیب ☆ڈاکٹر محمد صہیب جمیل

Abstract

This study examines the theological and intellectual contributions of Ibn Baṭṭāl (d. 449 AH) regarding the Divine Names of Allah (al-Asmāʾ al-Ḥusnā) as reflected in his celebrated commentary on Ṣaḥīḥ al-Bukhārī. Ibn Baṭṭāl's Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, one of the earliest extant commentaries on al-Bukhārī's monumental collection, is primarily known for its rich jurisprudential discussions. However, it also contains profound insights into theological issues, particularly those related to the Divine Names. The article highlights how Ibn Baṭṭāl approached the attributes and Names of Allah within the broader context of the Ahl al-Sunnah creed, defending orthodox positions against the distortions introduced by innovators and sectarians. It explores his methodology in interpreting relevant ḥadīth texts, his reliance on scriptural sources, and his balanced rejection of both anthropomorphism (tashbīh) and negation (taʿṭīl). Furthermore, the study situates Ibn Baṭṭāl's views within the intellectual tradition of early Muslim theologians and compares them with the approaches of other classical scholars. By analyzing his treatment of the Divine Names, this research underscores Ibn Baṭṭāl's role in preserving and elucidating sound Islamic doctrine. The findings demonstrate that his commentary not only enriches the field of ḥadīth studies but also provides valuable insights into Islamic theology and its defense against heterodox tendencies.

Keywords: Ibn Baṭṭāl, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Sharḥ, Divine Names, Islamic Creed, Theology

تعارف موضوع

اسلامی عقائد وکلام کی تاریخ میں اسمائے باری تعالیٰ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ قرآن و سنت میں وارد ان اسماء کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی صفات کا بیان ہوتا ہے۔ ائمہ اہل سنت نے ہمیشہ ان اسماء کو صحیح منہج کے ساتھ بیان کیا اور ان کی تاویل و تحریف سے اجتناب کیا۔ شارحینِ حدیث نے بھی اپنے شروح میں ان مباحث کو بڑی اہمیت دی۔ ان میں سے امام ابن بطالؒ (م449ھ) کی شرح صحیح بخاری اولین شروحات میں شمار ہوتی ہے۔ اگرچہ ان کی شرح فقہی رنگ لیے ہوئے ہے لیکن اس میں کئی مقامات پر اعتقادی مباحث خصوصاً اسمائے باری تعالیٰ پر تفصیلی آراء موجود ہیں۔ ابن بطالؒ نے اپنی شرح میں اسماء وصفاتِ الٰہی کو نقل و عقل دونوں دلائل کی روشنی میں بیان کیا اور اہل سنت والجماعت کے منہج کی

☆ پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور، بہاولپور، پاکستان۔
☆ لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور، بہاولپور، پاکستان۔

وضاحت کی۔ انہوں نے متشابہ نصوص میں تاویل کے بجائے تفویض اور اثبات کے اصول کو اپنایا اور غالی باطل فرقوں کی آراء کارد کیا۔ زیر نظر مقالے میں ابن بطالؒ کی شرح صحیح بخاری میں اسماء باری تعالیٰ سے متعلقہ مباحث کا تحقیقی جائزہ پیش کیا جائے گا، تاکہ واضح ہو سکے کہ وہ کس طرح صحیح عقیدہ کی حفاظت اور وضاحت میں کوشاں رہے۔

اسماء باری تعالیٰ میں ابن بطالؒ کے اقوال

روز اول سے ہی حق و باطل میں نزاع جاری ہے اور ہر زمانہ میں اہل باطل و بدعات نے اہل حق کو زیر کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ لیکن ہر زمانہ میں اہل علم نے نہ صرف ان کو لگام دی بلکہ انہی کے انداز میں ان کو جواب دیا۔ اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ علم الکلام تمام علوم میں اعلیٰ اور اشرف ہے اور دیگر تمام امور اور اعمال کا دارو مدار اسی علم کے درست ہونے پر ہے لہذا ایک مسلمان کو اس مرحلے میں علم الکلام کے بنیادی تصورات سے واقف ہونا چاہیے تاکہ اس کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ مل سکے اور وہ دنیا و آخرت میں بامراد ہو سکے۔ دین اسلام میں سب سے اہم امر عقائد کا ہے لہذا اہل باطل نے صحیح عقائد کو بگاڑنے میں تلبیس سے کام لیا اور اہل اھواء و بدعات نے مزید اہل حق کے لئے مسائل پیدا کرنے کی کوشش کی مگر سلف صالحینؒ نے اسلامی عقائد کا صحیح منہج بیان کرنے کے لئے بہت کوشش کی اور صحیح عقائد کو کافی شافی بیان کرنے کے لئے لازوال تصنیفات لکھی۔ اگرچہ ان میں سے ایک بڑی تعداد مفقود ہو گئی اور ایک بڑی تعداد مخطوطات کی شکل میں موجود ہے۔ ان تصنیفات میں سب سے پہلے امام ابو حنیفہؒ (ت 150ھ) نے فقہ الاوسط اور فقہ الاکبر کے نام سے دو کتابیں لکھی اور ان میں آپ نے اہل سنت والجماعت کے عقائد کو بیان فرمایا۔ ان کے علاوہ بھی بے شمار کتب لکھی گی ہیں اور امت میں متداول بھی ہیں۔

حدیث کے فن میں محدثین نے بھی علم الکلام کی مباحث پر بھی روایات ذکر کی۔ احادیث میں اہم ترین تصنیف الجامع الصحیح المعروف صحیح البخاری ہے جو کہ محمد بن اسماعیل البخاری (ت 256ھ) کی ہے۔ اس میں مصنفؒ نے رسول اللہ ﷺ کی نا صرف صحیح مرویات کو جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے بلکہ ان عقائد صحیحہ کا بھی ذکر کیا ہے جن پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کاربند تھے۔ لہذا اس غرض سے عقائد کے مسائل کو بیان کرنے کے لئے کتاب الایمان، قدر اور توحید۔۔۔۔ وغیرہ جیسے خاص ابواب قائم کیے اور ان میں صحیح احادیث نقل کی۔ مصنفؒ کے اسی اہتمام کی وجہ سے یہ کتاب قرآن مجید کے بعد صحیح ترین کتاب بن گی اور ہر زمانے میں اہل علم نے اس کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور محدثینؒ اور فقہا کرامؒ نے اس کی مختصر اور مطول شروحات لکھیں اور ان میں ہر طرح کے جوہرات و کنوز بکھیر دیئے۔ صحیح البخاری کی قدیم ترین شروحات میں ابن بطالؒ کی شرح صحیح بخاری ہے اس میں فقہی مباحث زیادہ ہیں مگر اس شرح میں آپؒ نے بہت ساری ایسی روایات بھی نقل کی ہیں جو علم الکلام، تفسیر، سیرت، فتن، مواعظ اور دیگر امور پر دلالت کرتی ہیں۔ ذیل میں اسمائے باری تعالی کے بارے میں ابن بطالؒ کی آراء کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔

مبحث اول: اسماءِ الٰہی: اثبات، اقسام اور تعداد

1. اللہ تعالیٰ کے اسماء کا اثبات

اسلامی عقیدہ میں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا موضوع نہایت اہمیت کا حامل ہے کیونکہ یہ عقیدۂ توحید کا ایک لازمی حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں فرمایا کہ ﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ ۚ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾[1] "یعنی اللہ ہی کے لیے بہترین نام ہیں، لہٰذا اُسے ان ہی ناموں سے پکارو۔ " یہ آیت اس حقیقت پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات نہ صرف اس کی معرفت کا ذریعہ ہیں بلکہ عبادت اور دعا کے لیے بھی ان کا استعمال مطلوب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کو ثابت کرنا، اُنہیں بغیر

[1] Al-Aʿrāf, 7:180.

تحریف (تبدیلی)، تعطیل (انکار)، تمثیل (مخلوق سے مشابہت) اور تکییف (کیفیت بیان کرنے) کے ماننا، اہل السنۃ والجماعۃ کا متفق علیہ اصول ہے۔ ان اسماء وصفات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی عظمت، قدرت، علم، حکمت، عدل اور دیگر کمالات کا ادراک ممکن ہوتا ہے۔ چنانچہ مومن کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو انہی اسماء وصفات کے ساتھ پہچانے جو اللہ نے خود اپنے لیے بیان فرمائے یا رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سکھائے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء کا اثبات، ایک طرف معرفتِ الٰہی کو گہرائی بخشتا ہے اور دوسری طرف انسان کے روحانی واخلاقی تزکیے میں اہم کردار ادا کرتا ہے کیونکہ بندہ جب "**الرحمن**"، "**الغفور**"، "**الحکیم**" اور "**العلیم**" جیسے صفاتی ناموں پر غور کرتا ہے تو اُس کے اندر اللہ کی طرف رجوع، خشیت، امید اور محبت کی کیفیات پیدا ہوتی ہیں جو حقیقی عبودیت کی بنیاد بنتی ہیں۔

قرآن وسنت کی نصوص سے یہ بات معلوم ہے کہ اللہ تعالی کے بہت سارے نام ہیں۔ اہل علم نے ان اسماء کو تلاش کرنے کی کوشش کی ہے اور ان اسماء پر مختلف کتب تصنیف کی ہیں۔ مگر بعض اہل علم نے اللہ تعالی کے لیے وہ نام بھی ثابت کیے ہیں جن کی کوئی دلیل نہیں ہے اور بعض نے ان ناموں کی بھی نفی کر دی ہے جو دلائل سے ثابت ہیں۔ اس تفاوت اور تباین کا سبب یہ ہے کہ ان حضرات نے اسماء اللہ میں شرعی قاعدہ کی اتباع نہیں کی۔ لہٰذا اس قاعدہ شریعہ کا جاننا بے حد ضروری ہے جس کے ذریعے اللہ تعالی کے اسماء معلوم کیے جا سکیں۔ ابن بطال رحمہ اللہ نے نہ صرف اس شرعی قاعدہ کو واضح کیا بلکہ اس قاعدہ کی روشنی میں اسماء اللہ بیان بھی کیے ہیں۔ آپؒ نے فرمایا کہ:

> "والاسماء إنما تؤخذ توقيفا من الكتاب والسنة ولا يجوز أن نسمي الله بغير ما سمى به نفسه"[2] "اور اسماء قرآن وسنت سے توقیفی طور پر اخذ کیے جائیں گے اور یہ جائز نہیں کہ اللہ تعالی کو کسی ایسے نام سے پکارا جائے جو اللہ تعالی نے خود کے لیے استعمال نہ کیا ہو۔"

ابن بطال رحمہ اللہ علیہ نے اس قاعدہ کو بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور آپ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ

> " أسماء الله تعالى وصفاته لا تعلم إلا بالتوقيف، والتوقيف كتاب الله تعالى وسنة نبيه عليه السلام أو إتفاق أمته وليس للقياس في ذلك مدخل وما أجمعت عليه الأمة فإنما هو عن سمع علموه من بيان الرسول"[3] " اللہ تعالی کے نام اور صفات نہیں معلوم کیے جائینگے سوائے توقیف کے اور توقیف کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا اجماع ہے اور اس میں قیاس کا کوئی دخل نہیں اور جس پر امت کا اجماع ہو پس وہ اس سماعت پر مبنی ہے جو صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو۔"

مگر ابن بطال رحمہ اللہ اپنے ہی مقرر کردہ قاعدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہر وہ صفت جو اللہ تعالی کے لیے ثابت ہو تو اس صفت سے اللہ تعالی کا نام بھی مشتق کیا جا سکتا ہے۔ ابن بطالؒ اللہ تعالی کے ناموں کو تین اقسام میں تقسیم کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

> "فجميع هذه الأضرب الثلاثة أسماءلله في الحقيقه كان منها ما يتضمن صفة ترجع إلى ذاته او إلى فعل من أفعاله أم لا، فكل صفة اسم الله تعالى وليس كل اسم صفة"[4] "پس یہ تینوں اقسام

---

[2] Ibn Baṭṭāl, ʿAlī ibn Khalaf ibn ʿAbd al-Malik. *Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī.* 1st ed. Riyadh: Maktabat al-Rushd, 1420 AH, 9:12.
[3] Ibn Baṭṭāl. *Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, 10:141.
[4] Ibn Baṭṭāl. *Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, 10:426.

اللہ تعالی کے نام ہیں حقیقت میں ان میں سے کچھ ان صفات پر مشتمل ہیں جو اللہ تعالی کی ذات کی طرف لوٹتی ہیں یا اللہ تعالی کے افعال میں سے کسی فعل پر مشتمل ہیں پس ہر صفت اللہ تعالی کا نام ہے اور ہر اسم صفت نہیں ہے۔"

تعلیق

اہل سنت والجماعت کے ہاں یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ اللہ تعالی کے نام توقیفی ہیں جیسا کہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ پہلے ثابت کر چکے ہے لہذا اللہ تعالی کے لیے کسی ایسے نام کا ثابت کرنا جائز نہیں جس کی دلیل قران وسنت میں مذکور نہ ہو۔ امام خطابی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"من علم هذا الباب أعني الأسماء والصفات ومما يدخل في أحكامه ويتعلق به من شرائط أنه لا يجاوز فيها التوقيف ولا يستعمل فيها القياس"[5] "اس باب میں یعنی اسماء اور صفات اور جو ان کے احکام میں شامل ہیں اور جو اس سے شرائط متعلق ہیں۔ اس میں توقیف سے تجاوز نہیں کیا جائے گا اور نہ اس میں قیاس کا استعمال کیا جائے گا۔"

ابن قدامہ رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"مذهب السلف رحمه الله عليهم الإيمان بصفات الله تعالى وأسمائه التي وصف بها نفسه في أياته وتنزيله أو على لسان رسوله من غير زياده عليها ولا نقص منها "[6] "سلف کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالی کی صفات اور ان ناموں پر ایمان لانا جس سے اللہ تعالی نے اپنی آیات اور قرآن میں خود کو متصف کیا ہو یا اپنے رسول کی زبان کے ذریعے (یعنی احادیث مبارکہ میں) ان پر ایمان لانا بغیر زیادتی اور بغیر نقصان کے۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ علیہ نے بھی اس پر ایک فصل قائم کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ

" إن المسلمين في أسماء الله تعالى على طريقتين وكثير منهم يقول أن أسمائه سمعية شرعية فلا يسمى إلا بالأسماء التي جاءت بها الشرعية فإن هذه عبادة والعبادة مبناها على التوقيف والإتباع ومنهم من يقول ما صح معناه في اللغة وكان معناه ثابتا له لم يحرم علينا ذلك فيكون عفوا "[7] "بے شک مسلمان اللہ تعالی کے اسماء کے بارے میں دو طریقوں پر ہیں۔ ان میں سے بہت سے کہتے ہیں بے شک اللہ تعالی کے نام شرعی طور پر سنے ہوئے ہیں لہذا اللہ تعالی کو نہیں پکارا جائے گا سوائے ایسے نام سے جو شریعت میں مذکور ہو پس بے شک یہ عبادت ہے اور عبادت کی بنیاد توقیف اور اتباع پر ہے اور ان میں سے بہت سے کہتے ہیں جس نام کا معنی لغت میں ٹھیک ہو اور وہ معنی اللہ تعالی کی ذات کے لیے ثابت ہو اس کا استعمال کرنا ہم پر حرام نہیں بلکہ یہ معاف ہو گا۔"

---

5 Al-Khaṭṭābī, Ḥamd ibn Muḥammad ibn Ibrāhīm. *Shaʾn al-Duʿāʾ*. 1st ed. Damascus: Dār al-Thaqāfa al-ʿArabiyya, 1429 AH/2008 CE, 111.

6 Ibn al-Qudāma, Muḥammad ibn ʿAbd Allāh ibn Aḥmad. *Dhamm al-Taʾwīl*. 3rd ed. Medina: Dār al-Naṣīḥa lil-Ṭibāʿa wa al-Nashr wa al-Tawzīʿ, 1433 AH/2012 CE, 11.

7 Ibn al-Taymiyya, Aḥmad ibn ʿAbd al-Ḥalīm. *Al-Jawāb al-Ṣaḥīḥ li-man Baddal Dīn al-Masīḥ*. Beirut: Dār Ibn Ḥazm, 1439 AH/2018 CE, 3:203.

"والصواب القول الثالث وهو أن يفرق بين أن يدعى بالأسماء أو يخبر بها عنه فإذا دعي لم يدعى إلا بالأسماء الحسنى كما قال تعالى﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ ۚ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾[8] وأما الإخبار عنه فهو بحسب الحاجة فإذا احتيج في تفهيم الغير المراد إلى أن يترجم أسماؤه بغير العربية أو يعبر عنه بإسم له معنى صحيح لم يكن ذلك محرما"[9]

"آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تیسرا قول ٹھیک ہے اور وہ یہ ہے کہ اس میں فرق ہے کہ اللہ تعالی کو کسی نام سے پکارا جائے یا اس کے بارے میں خبر دی جائے لیکن جب اللہ تعالی سے دعا کی جائے گی تو وہ اسمائے حسنیٰ کے ذریعے سے کی جائے گی جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔ اور تمام اسمائے حسنیٰ اللہ تعالی کے ہیں ان سے اسے پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دیں جو اللہ تعالی کے ناموں میں الحاد کرتے ہیں عنقریب انہیں بدلہ دیا جائے گا جو اعمال وہ کرتے ہیں اور جو اللہ تعالی کے بارے میں اخبار ہیں پس وہ ضرورت کے مطابق ہیں اور جب غیر کو سمجھانے کی ضرورت ہو تو اللہ کے اسماء کا ترجمہ عربی کے علاوہ کیا جا سکتا ہے اور اسے ایسے نام سے تعبیر کرنا حرام نہ ہو گا جس کا معنی صحیح ہو۔"

یعنی ان ناموں کا عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں ترجمہ کیا جائے یا اس سے مراد کوئی ایسا نام لیا جائے جس کا معنی ٹھیک ہو تو یہ حرام نہیں ہے۔ یہاں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ قول جو ابن بطال رحمہ اللہ علیہ نے اپنایا ہے کہ اللہ تعالی کے نام صفات سے اخذ کیے جا سکتے ہیں وہ ٹھیک نہیں ہیں اور اہل سنت والجماعت کے طریقے کے مخالف ہے اور اس کے بھی مخالف ہے جو ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ خود طے کر چکے ہیں کہ اللہ تعالی کے نام توقیفی ہیں اور اللہ تعالی کو نہیں پکارا جائے گا سوائے اس نام سے جس پر قرآن یا سنت میں نص مذکور ہو۔ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

" لا يلزم من الإخبار عنه بالفعل مقيدا أن يشتق له منه إسم مطلق كما غلط بعض المتأخرين فجعل من أسمائه الحسنى المضل ،الفاتن، الماكر تعالى لله عن قوله فإن هذه الأسماء لم يطلق عليه منها الا أفعال مخصوصة معينة فلا يجوز أن يسمى بأسمائها المطلقة "[10]

"اللہ تعالی کی ذات کے بارے میں جن افعال کی مقید خبر دی گئی ہے اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ ان اخبار سے اللہ تعالی کے لیے مطلقاً نام اخذ کیے جائیں جیسا کہ بعض متاخرین نے غلطی کی ہے اور اللہ تعالی کے اسمائے حسنیٰ (المضل) گمراہ کن، (الفاتن) فتنے میں ڈالنے والے اور (الماکر) مکر پر مبنی نام اخذ کیے ہیں پس بے شک یہ نام اللہ تعالی کے لیے مطلقاً استعمال نہیں کئے جا سکتے سوائے مخصوص اور معین افعال کے لہذا یہ جائز نہیں کہ اللہ تعالی کو مطلقاً ان ناموں سے پکارا جائے۔"

---

8 Sūrat al-Aʿrāf, 7:180.
9 Ibn al-Taymiyya. *Al-Jawāb al-Ṣaḥīḥ li-man Baddal Dīn al-Masīḥ*, 3:203.
10 Ibn al-Qayyim, Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn Abī Bakr. *Badāʾiʿ al-Fawāʾid*. Beirut: Dār Ibn Ḥazm, 1427 AH/2006 CE, 1:183.

اور جو ابن بطال رحمہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ "وليس كل إسم صفة" ہر نام صفت نہیں ہے یہ بھی آپ رحمہ اللہ سے خطا ہوئی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا ہر نام صفت پر مبنی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام مخلوق کی طرح ایسے معنی سے خالی نہیں ہوتے جو مخصوص معنی پر دلالت نہ کریں جیسا کہ بعض اوقات انسان کا نام نیک ہوتا ہے اور وہ گنہگار ہوتا ہے یا اس کا نام سعید ہوتا ہے اور وہ حقیقت میں شقی ہوتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے نام وہ نام ہیں جو خوبصورت معنی اور عالی صفات پر دلالت کرتے ہیں۔

"قال ابن القيم أسماء الرب تبارك وتعالى دالة على صفات كماله فهي مشتقة من الصفات فهي أسماء وهي أوصاف وبذلك كانت حسنى إذ لو كانت ألفاظا لا معنى فيها لم تكن حسنة ولا كانت دالة على مدح ولا كمال ولساغ وقوع أسماءالإنتقام والغضب في مقام الرحمة والإحسان وبالعكس فيقال أللهم إني ظلمت نفسي فاغفر لي إنك أنت المنتقم أللهم أعطني فإنك أنت الضار المانع ونحو ذلك"[11]

ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ رب کے اسمائے گرامی، بابرکت اور بلند ہیں، اس کی صفات کمال پر دلالت کرتے ہیں۔ وہ صفات سے ماخوذ ہیں، اس لیے وہ اسماء اور اوصاف ہیں۔ اسی لیے وہ حسنیٰ ہیں۔ اگر وہ بغیر معنی کے الفاظ ہوتے تو وہ حسنیٰ نہ ہوتے اور نہ ہی تعریف یا کمال پر دلالت کرتے۔ اور انتقام اور غضب کے ناموں کا رحمت اور احسان کی جگہ پر ہونا جائز ہوتا اور اس کے برعکس۔ تو کہا جاتا کہ: اے اللہ میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے، تو مجھے معاف کر دے، کیونکہ تو بدلہ لینے والا ہے۔ اے اللہ، مجھے عطاء کر، کیونکہ تو ہی نقصان پہنچانے والا اور روکنے والا ہے وغیرہ۔

2. اقسام اسماء اللہ تعالیٰ

ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے ناموں کو تین اقسام میں تقسیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"اعلم ان أسماء الله تعالى على ثلاثة أضرب: ضرب منها يرجع إلى ذاته ووجوده فقط لا إلى معنى يزيد على ذلك كقولنا شيء و موجود و ذات و نفس۔ والضرب الثاني : يرجع إلى إثبات معان قائمة به تعالى هي صفات له كقولنا: حي و قادر و عالم و مريد و يرجع ذلك كله إلى حياة وقدرة وعلم و إرادة، لأجلها كان حيا قادرا عالما مريدا۔ والضرب الثالث: يرجع إلى صفات من صفات أفعاله كقولنا: خالق و رازق و محيي و مميت، و يرجع ذلك إلى خلق و رزق و حياة و موت وذلك كله فعل له تعالى"[12]

"یہ بات جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کے نام تین اقسام پر مشتمل ہیں۔ ان میں سے ایک قسم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اور وجود پر دلالت کرتی ہے اس کے علاوہ کسی اور زائد معنی پر دلالت نہیں کرتی جیسا کہ ہمارا قول شے، موجود، ذات اور نفس۔ دوسری قسم اس معنی کو ثابت کرنے پر دلالت کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور وہ صفات ہیں جیسا کہ ہمارا قول حی، قادر، عالم اور مرید۔ یہ سب زندگی، قدرت، علم

[11] Ibn al-Qayyim, Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn Abī Bakr. *Madārij al-Sālikīn bayna Manāzil Iyyāka Naʿbud wa Iyyāka Nastaʿīn*. Beirut: Dār Ibn Ḥazm, 1427 AH/2006 CE, 1:28.
[12] Ibn Baṭṭāl. *Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, 10:426.

اور ارادہ کے مفہوم کی طرف لوٹتے ہیں اور ان کی وجہ سے اللہ تعالی کی ذات زندہ، قادر، عالم اور مرید (ارادہ رکھنے والی) ہے۔ تیسری قسم اللہ تعالی کے افعال کی صفات کی طرف لوٹتی ہے جیسا کہ ہمارا قول خالق، رازق، زندگی دینے والا اور موت دینے والا ہے۔ یہ سب خلق، رزق، زندگی اور موت کی طرف لوٹتے ہیں اور یہ سب اللہ تعالی کے افعال ہیں۔

اللہ تعالی کے ناموں کو مختلف اقسام میں تقسیم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ بہت سارے اہل علم نے اللہ تعالی کے ناموں کو مختلف اقسام میں تقسیم کیا ہے اور مختلف اصطلاحات استعمال کرنے میں بھی کچھ مضائقہ نہیں جب تک وہ غیر صحیح یا نصوص شرعیہ کے مخالف نہ ہو۔ یہاں پر ابن بطالؒ نے اللہ تعالی کے ناموں کو تین اقسام میں تقسیم کیا اور آپؒ نے غلط اصول اختیار کیا ہے۔ پہلی قسم میں آپؒ نے تقسیم میں بھی غلطی کی اور مثال میں بھی خطا کھائی۔ تقسیم میں آپؒ نے اللہ تعالی کے بعض ناموں کو معنی سے خالی ثابت کیا اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ اللہ تعالی کے نام اچھے معنی اور اعلی صفات کے متحمل ہوگئے۔

آپؒ نے اس کی مثال میں بھی خطاء کی ہے جیسا کہ آپؒ نے شیء، موجود، ذات اور نفس کو اللہ تعالی کے نام شمار کیے ہیں جبکہ یہ اللہ تعالی کے نام نہیں ہیں اور نہ ہی ان کے بارے میں کوئی نص وارد ہوئی ہے ہاں جن نصوص میں ذکر ملتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا قول ہے ﴿قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً ۖ قُلِ اللَّهُ ﴾[13] آپ کہیے کہ سب سے بڑی چیز گواہی دینے کے لئے کون ہے، آپ کہیے کہ اللہ۔ اور اسی طرح حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا بیان جب آپ کو شہید کیا گیا، آپ نے فرمایا کہ "و ذلك في ذات الإله وإن يشأ يبارك على اوصال شلو ممزع "[14] "یہ سب کچھ اللہ کی راہ میں ہے اور اگر وہ چاہے گا تو جسم کے ایک ایک کٹے ہوئے ٹکڑے میں برکت دے گا۔"

یہ الفاظ اللہ تعالی کی ذات کے بارے میں خبر دینے کے لیے استعمال ہوئے ہیں اور اس کے بارے میں پہلے بھی بات گزر چکی ہے کہ اللہ تعالی کی ذات کے بارے میں ان الفاظ سے خبر تو دی جاسکتی ہے لیکن ان الفاظ میں سے اللہ تعالی کے نام مشتق نہیں کیے جاسکتے۔

ہاں دوسری قسم اور اس کی مثال میں کسی قسم کا کوئی اشکال اور تردد نہیں ہے اس کی تقسیم بھی ٹھیک ہے اور مثال بھی ٹھیک ہے۔ اور جہاں تک تیسری قسم کا ذکر ہے تو آپؒ نے اس میں صفت کے اثر کو صفت قرار دیا ہے اور یہ خطا ہے۔ فعل اور فعل کے اثر میں فرق ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی تخلیق کرتا ہے، رزق عطا کرتا ہے، زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے۔ اور مخلوق، رزق، زندگی اور موت اور اس طرح کی دیگر چیزیں جو فعل کا اثر ہیں اور یہ اللہ سبحانہ وتعالی کی مخلوقات ہیں۔

3. اللہ تعالی کے اسماء کی تعداد

اللہ تعالی کے اسماء کے بارے میں جو حدیث ہے کہ "ان لله تسعة و تسعين اسما مائة إلا واحدا من أحصاها دخل الجنه"[15] "بے شک اللہ تعالی کے ننانوے نام ہیں (ایک کم سو) جس نے انہیں یاد کرلیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔" اس حدیث مبارکہ کے بارے میں علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں۔

[13] Sūrat Maryam, 6:19.
[14] Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl. *Al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*. Karachi: Maktabat al-Bushrā, 1437 AH/2016 CE, Kitāb al-Maghāzī, Bāb Ghazwat al-Rajīʿ, Ḥadīth no. 4086.
[15] Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl. *Al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, Kitāb al-Tawḥīd, Bāb anna li-Allāh Miʾat Ism illā Wāḥidan, Ḥadīth no. 7392.

ابن بطالؒ نے بھی اس مسئلے پر گفتگو فرمائی ہے اور اہل علم کا اختلاف ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

"إختلف الناس في الإستدلال من هذا الحديث فذهب قوم إلى أن ظاهره يقتضي أن لا إسم لله تعالى غير تسعة و تسعين إسما ألتي نص عليها النبي صلى الله عليه وسلم إذ لو كان له غيرها لم يكن لتخصيص هذه العدة معنى، قالوا: و الشرعية متناهية والحكمة فيها بالغة، و ذهب آخرون إلى أنه يجوز قد تكون له أسماء زائدة على التسعة و التسعين إذ لا يجوز أن تتناهي أسماء الله تعالى لأن مدائحه فواضله غير متناهية كما قال تعالى في كلماته وحكمه"[16] ﴿وَلَوْ أَنَّمَا فِي الْأَرْضِ مِن شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِن بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ﴾[17]

"اس حدیث مبارکہ سے استدلال میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے۔ پس ایک جماعت کا قول ہے کہ اس حدیث کا ظاہر اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان ناموں کے علاوہ جن کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نص وارد ہوئی ہے کوئی اور نام نہیں ہے۔ اگر ان کے علاوہ اللہ تعالیٰ کا کوئی اور نام ہوتا تو اس عدد کی تخصیص نہ کی جاتی۔ اور شریعت محدود ہے اور اس کی حکمتیں اپنی حدود کو پہنچی ہوئی ہیں۔ جبکہ دوسری جماعت کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان ننانوے ناموں کے علاوہ اور نام بھی جائز ہیں کیونکہ یہ جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نام محدود ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مدح بیان کرنے والے اور فضائل بیان کرنے والے غیر متناہی (لامحدود) ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمات اور حکمت بھری کتاب میں ارشاد فرمایا اور اگر اس ساری زمین کے درختوں کی قلمیں بنالی جائیں اور سمندروں کی سیاہی بنالی جائے اور ان جیسے سات سمندر اور بھی لے آئے تو پھر بھی اللہ تعالیٰ کی تعریف کے کلمات ختم نہ ہوں گے۔"

ابن بطالؒ کا رجحان دوسرے قول کی طرف ہے اور آپؒ اس حدیث سے معنی مقصود کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"ومعنى ما أخبرنا به النبي صلى الله عليه وسلم من التسعة وتسعين إسما إنما هو معنى الشرع لنا في الدعاء بها وغيرها من الأسماء لم يشرع لنا الدعاء بها لأن حديث النبي عليه السلام مبنى على قوله تعالى﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا﴾[18] فكان ذكر هذا العدد إنما هو لشرع دعا به وهذا القول أميل إلى النفوس لإجماع الأمة على أن الله تعالى لم يبلغ كنهه الواصفون ولا ينتهي إلى صفاته المقرظون دليل لازم أن له أسماء غير هذه وصفات، و إلا فقد تناهت صفاته تعالى عن ذلك"[19]

جو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ننانوے نام بتائے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ہمارے لیے مشروع طریقہ ہے کہ ہم ان ناموں کے ذریعے سے دعا مانگیں اور ان کے علاوہ جو نام ہیں، ہمارے لیے

---

[16] Ibn Baṭṭāl. *Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, 10:141.

[17] Sūrat al-Qaṣaṣ, 31:28.

[18] Sūrat al-Aʿrāf, 7:180.

[19] Ibn Baṭṭāl. *Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, 10:141.

مشروع نہیں کہ ہم ان ناموں کے ذریعے سے دعا مانگیں کیونکہ نبی علیہ السلام کی حدیث کی بنیاد اللہ تعالی کے اس قول پر ہے کہ اللہ تعالی کے لیے تمام خوبصورت نام ہیں پس اسے ان ناموں سے پکارو۔ آپ علیہ السلام نے دعا کی مشروعیت کے لیے یہ عدد ذکر کیا ہے۔ یہ بیان ارواح کی طرف زیادہ مائل ہے اس لیے کہ قوم کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کو نا بیان کرنے والوں نے بیان کیا ہے اور نا اس کی تعریف کرنے والوں تک اس کی صفات پہنچی ہیں۔ یہ ضروری ثبوت ہے کہ ان کے علاوہ اس کے اسماء وصفات ہیں، ورنہ اس کی صفات محدود ہو جاتی۔

تعلیق

ابن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ

"جاء عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال اسالك بكل اسم ولك صميت به نفسك او انزلته في كتابك او علمته احدا من خلقك او استاثرت به في علمك الغيب عندك---"[20]

"عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنھما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ: میں آپ کو آپ کے ہر اس نام کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ جو آپ نے اپنے لئے خود تجویز کیا، یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو وہ نام سکھایا، یا اپنی کتاب میں نازل فرمایا، یا اپنے پاس علم غیب میں ہی اسے محفوظ رکھا-------

"وعن مالك بن كعب الاحبار موقوفا في دعاء وباسماء الله الحسنى كلها ما علمت منها وما لم اعلم"[21] مالک بن کعب الاحبار رضی اللہ تعالی عنہ سے موقوف روایت ہے کہ وہ دعا میں کہا کرتے تھے "اور اللہ تعالی کے خوبصورت ناموں کے ساتھ جو میں جانتا ہوں اور جو میں نہیں جانتا۔"

یہ دو نصیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالی کی کتاب اور سنت میں مذکور ناموں کے علاوہ اور نام بھی ہیں۔ امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ: " فهذا يدلك على أن لله أسماء لم يتر لها في كتابه حجبها عن خلقه ولم يظهرها لهم"[22] یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالی کے کچھ نام ایسے ہیں جو اللہ نے اپنی کتاب میں ذکر نہیں کیے اور وہ نام اپنی مخلوق سے پوشیدہ رکھے ہیں اور ان کو ظاہر نہیں کیا۔

آپؒ مزید فرماتے ہیں کہ "ان لله تسعة و تسعين اسما" اس میں اس بات کو ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالی کے جن ناموں کا ذکر اس مخصوص عدد کے ساتھ کیا گیا ہے اس میں اس بات کی ہر گز نفی نہیں ہے کہ ان کے علاوہ اللہ تعالی کے مذید نام بھی ہو۔ اس عدد کے ساتھ تخصیص اس لیے ذکر کی گئی ہے کہ یہ نام اللہ تعالی کے مشہور نام ہیں اور ان کے معنی واضح اور ظاہر ہیں۔

---

20 Ḥanbal, Aḥmad ibn Ḥanbal. *Musnad Imām Aḥmad ibn Ḥanbal*. Lahore: Maktaba Raḥmāniyya, 1422 AH/2001 CE, Kitāb al-Mukthirīn min al-Ṣaḥāba, Bāb Musnad ʿAbd Allāh ibn Masʿūd, Ḥadīth no. 3712.

21 Mālik ibn Anas. *Al-Muwaṭṭaʾ li-al-Imām Mālik*. Karachi: Maktabat al-Bushrā, 1440 AH/2019 CE, Kitāb fī Bayān Abwāb Mukhtalifa, Bāb mā Yuʾmar bihi min al-Taʿawwudh ʿinda al-Nawm, Ḥadīth no. 1735.

22 Al-Aḥmadī, ʿAbd Allāh ibn Salmān. *Al-Masāʾil wa al-Rasāʾil al-Marwiyya ʿan al-Imām Aḥmad ibn Ḥanbal fī al-ʿAqīda*. Riyadh: Dār al-Ṭayyiba, 1422 AH, 1:274.

"ان لله تسعة و تسعين اسما من احصاها دخل الجنة" یہ ایک ہی قضیہ ہے یہ دو الگ الگ قضیہ نہیں ہیں اور اس کا مکمل فائدہ "إنّ" کی خبر میں ہے جو ان ناموں کو یاد کرلے گا وہ جنت میں داخل ہو گا اور اس کا فائدہ اس کے مبتدا کے ننانوے نام ہیں اس میں نہیں ہیں۔ یہ مثال بالکل اسی طرح ہے جیسے آپ کہیں کہ:" ان لزيد الف درهم اعدها للصدقه وهذا لا يدل على انه ليس عنده من الدراهم اكثر من الف درهم "[23] زید کے پاس ایک ہزار درہم ہیں جو اس نے صدقہ کے لیے رکھے ہیں۔ یہ اس بات پر ہرگز دلالت نہیں کرتا کہ زید کے پاس ہزار درہم کے علاوہ اور درہم نہیں ہیں۔

یہ جمہور اہل علم کا قول ہے اور امام نوویؒ نے اس پر اہل علم کا اتفاق نقل کیا ہے آپؒ اجماع نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"إتفق العلماء على أن هذا الحديث ليس فيه حصر لأسمائه سبحانه وتعالى فليس معناه أنه ليس له أسماء غير هذه التسعة و التسعين و إنما مقصود الحديث أن هذه التسعة والتسعين من أحصاها دخل الجنة فالمراد الإخبار عن دخول الجنة بإحصائها لا الإخبار بحصر الأسماء"[24]

علماء کرام کا اس حدیث پر اتفاق ہے کہ اس حدیث میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اسماء کی تخصیص نہیں ہے۔ لہذا اس کا یہ معنی نہیں ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کے ان ننانوے ناموں کے علاوہ اور نام نہیں ہیں بلکہ اس حدیث کا مقصود یہ ہے کہ یہ ننانوے نام جو یاد کرلے گا وہ جنت میں داخل ہو گا۔ پس اس حدیث میں ناموں کو یاد کرنے سے جنت میں داخل ہونے کی خبر دی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ناموں کی تخصیص کی خبر نہیں ہے۔

ابن بطالؒ نے اس حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ "الاحصاء" کی بھی مزید وضاحت فرمائی ہے اس لفظ کی وضاحت کرتے ہوئے آپؒ نے قران مجید کی وہ آیات اور احادیث مبارکہ ذکر کی ہیں جن میں یہ لفظ مذکور ہوا ہے۔ آپ سب سے پہلے فرماتے ہیں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:﴿وَأَحْصَىٰ كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا﴾[25] اور اللہ نے ہر چیز کی گنتی شمار کر رکھی ہے۔ اسی طرح سورہ مزمل میں ارشاد ہے کہ:﴿عَلِمَ أَن لَّن تُحْصُوهُ﴾[26] وہ (خوب) جانتا ہے کہ تم اسے ہرگز نہ نبھا سکو گے۔

احادیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" استقيموا ولن تحصوا"[27] "راہ استقامت پر قائم رہو، تم ساری نیکیوں کا احاطہ نہیں کر سکو گے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا جو حق تم پر ہے تم اس حق کو ادا کرنے کی مکمل طاقت اور قدرت نہیں رکھتے۔

ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ

"وقد يجوز أن يكون المعنى من أحصاها عددا وحفظ وعلم بما يمكن علمه من معانيها المستفاد منها علم الصفات التي تفيدها لأن تحت وصفنا له بعالم إثبات علم له تعالى لم يزل

---

23 Al-Aḥmadī. *Al-Masāʾil wa al-Rasāʾil al-Marwiyya ʿan al-Imām Aḥmad ibn Ḥanbal fī al-ʿAqīda*, 1:274.

24 Al-Nawawī, Muḥyī al-Dīn Yaḥyā ibn Sharaf. *Ṣaḥīḥ Muslim bi-Sharḥ al-Nawawī*. Beirut: Dār Ibn Rajab, 1436 AH/2015 CE, 17:8.

25 Al-Qaṣaṣ, 72:28.

26 Ṭā Hā, 73:20.

27 Ibn Māja, Muḥammad ibn Yazīd. *Sunan Ibn Māja*. Karachi: Maktabat al-Bushrā, 1442 AH/2021 CE, Kitāb al-Ṭahāra wa Sunanuhā, Bāb al-Muḥāfaẓa ʿalā al-Wuḍūʾ, Ḥadīth no. 277.

موصوفا به لا كالعلوم وتحت وصفنا له بقادر إثبات قدرة لم يزل موصوفا بها لا قدرة كقدرة المخلوقين وكذلك القول في الحياة وسائر صفاته وفيه وجه آخر يحتمل أن يكون الإحصاء المراد في هذا الحديث- والله أعلم- العمل بالأسماء وتعبد لمن سمي بها"[28]

اور یہ ممکن ہے کہ اس کا معنی ہو کہ جو ان ناموں کا احاطہ کر لے، ان کو مکمل یاد کر لے، ان کا ممکن علم حاصل کر لے، جو ان سے معنی نکل سکتے ہیں، اور ان ناموں کی صفات کا علم حاصل کر لے جو ممکن ہو۔ کیونکہ جب ہم اللہ تعالی کے لیے عالم کا وصف استعمال کرتے ہیں تو اس سے مراد اللہ تعالی کے لیے علم کا اثبات ہے تو وہ علم علوم کی طرح نہیں ہے۔ اور اللہ تعالی کے لیے قادر کے وصف سے مراد اس اثبات قدرت ہے لیکن اس سے مراد وہ مخلوق کی قدرت کی طرح اس صفت سے متصف نہیں ہے اور اسی طرح ہمارے قول حیات اور دیگر تمام صفات میں بھی ہیں اور اس قول کی ایک دوسری وجہ کا احتمال بھی ہے کہ اس حدیث میں احصاء سے مراد ہو (اللہ بہتر جانے) اللہ تعالی کے ناموں پر عمل کیا جائے اور اس کی عبادت کی جائے جن ناموں سے اس کو پکارا جائے۔

شاید کہ ابن بطالؒ اس آخری قول کی طرف مائل ہیں اور اس کو راجع قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ آپؒ فرماتے ہیں کہ مکمل احاطہ اور شریعت میں مکمل یاد کرنے کی دلیل یہ ہے کہ اس پر عمل کیا جائے جیسا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج کے بارے میں فرمایا کہ

"يقرؤون القران لا يجاوز حناجرهم يمرقون من الدين مروق السهم من الرمية"[29]

قرآن کی تلاوت تو کریں گے، لیکن قرآن مجید ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، دین سے وہ اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔

اللہ کے نبی نے اس حدیث میں بیان کیا کہ جو قرآن پڑھے اور اس پر عمل نہیں کرے گا اس کی تلاوت اللہ تعالی تک نہیں پہنچے گی بلکہ وہ اس کے گلے سے بھی نیچے نہیں اترے گی اور اس کے لیے اس کا کوئی اجر نہیں لکھا جائے گا اور اس کا ثواب ضائع ہو جائے گا جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔ ﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ﴾[30] یعنی تمام ترستھرے کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں اور نیک عمل ان کو بلند کرتا ہے۔ جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہما نے ایک شخص سے کہا کہ

"انك في زمان قصير فقهاءه قليل قراءه تحفظ فيه حدود القران وتضيء فيه حروفه وسياتي على الناس زمان قليل فقهاء قصير قرائه تحفظ فيه حروف القران وتضيع حدوده"[31]

آپ ایک ایسے زمانہ میں ہیں کہ قرآن کے فقہاء بہت زیادہ ہیں اور اس کی تلاوت کرنے والے کم ہیں اس زمانہ میں قرآن کی حدود کا خیال رکھا جاتا ہے اور اس کے حروف کا خیال نہیں رکھا جاتا اور عنقریب لوگوں پر ایک ایسا

[28] Ibn Baṭṭāl. *Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, 10:419–420.
[29] Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl. *Al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, Kitāb Aḥādīth al-Anbiyāʾ, Bāb Qawl Allāh ʿAzza wa Jalla: Wa Ammā ʿĀd fa-Uhlikū bi-Rīḥ Ṣarṣar Shadīda, Ḥadīth no. 3344.
[30] Yūnus, 10:35.
[31] Al-Zarqānī, Muḥammad ibn ʿAbd al-Bāqī. *Sharḥ al-Zarqānī ʿalā al-Muwaṭṭaʾ al-Imām Mālik*. Cairo: Dār al-Ḥadīth, 1433 AH/2012 CE, 1:598.

زمانہ آئے گا کہ اس کے فقہاء بہت کم ہوں گے اس کی تلاوت کرنے والے بہت زیادہ ہوں گے۔ قرآن کے حروف کا تو خیال رکھا جائے گا اور اس کی حدود کو ضائع کیا جائے گا۔

آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے قرآن کے حروف یاد کرنے والوں اور اس پر عمل نہ کرنے والوں کی مذمت بیان کی ہے جو قرآن مجید کی حدود کو قائم نہیں کرتے اور ان لوگوں کی تعریف بیان کی ہے جو قرآن کریم کے معنی پر عمل کرتے ہیں اگرچہ وہ اس کے حروف کو یاد نہ بھی کریں لہذا یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یاد کرنا اور اس کا مکمل احاطہ کرلینا مندوب نہیں ہے بلکہ اس میں پسندیدہ عمل یہ ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔

ابن بطالؒ نے لفظ "احصاء" کی جو تفسیر بیان فرمائی ہے وہ بالکل ٹھیک ہے یعنی کہ احصاء سے مراد مکمل احاطہ کرنا اور اس کو یاد کرلینا اور اس پر عمل کرنا بھی ہے کیونکہ بعض اوقات صرف فاسق اور فاجر شخص الفاظ مخصوصہ کو یاد تو کرلیتا ہے لیکن عمل سے بہت دور ہوتا ہے اور ابن القیمؒ نے بھی احصاء کے یہی معنی ذکر کیے ہیں اور آپؒ نے اس کے لیے مزید تین امور ذکر کیے ہیں

"احصاء الالفاظ وعدها	الفاظ کو گننا اور شمار کرنا
فهم معانيها ومدلولها	ان کے معانی و مفہوم کو سمجھنا
دعاؤه بها (اي العمل بها "[32]	ان سے دعا کرنا (یعنی ان پر عمل کرنا)

مبحث دوم: اسم اعظم

اسم اعظم اسلامی عقائد میں اللہ تعالیٰ کے ایسے خاص اور بلند ترین نام کو کہا جاتا ہے جو اس کی ذات، صفات، قدرت اور کبریائی کا کامل ترین مظہر ہو اور جس کے ذریعے بندہ اللہ سے خصوصی تعلق اور قرب حاصل کر سکے۔ یہ نام قرآن و حدیث کی روشنی میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے اور اس کے ذکر کو دعا کی قبولیت، گناہوں کی معافی، اور روحانی فیوض و برکات کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ علمائے اسلام کے مطابق اسم اعظم وہ نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کمال، جمال اور جلال کو یکجا کرتا ہے اور جس کے ذریعے اللہ کی ذات کا کامل ادراک ممکن ہوتا ہے۔ اگرچہ اسم اعظم کی تعداد اور اس کی حقیقی شناخت کے حوالے سے مختلف آراء موجود ہیں، لیکن یہ بات واضح ہے کہ اسم اعظم کا علم اور اس کی معرفت ایمان کی گہرائی، تقویٰ، اور اللہ کی رحمت کے حصول کے لیے نہایت اہم ہے۔ مومن کی زندگی میں اسم اعظم کی تلاوت اور یادداشت روحانی طاقت، سکون قلب، اور اللہ کی قربت کا ذریعہ بنتی ہے، جو ہر مشکل اور پریشانی میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ اسلامی تصوف اور عرفان میں اسم اعظم کی معرفت کو روحانی کمالات کا ذریعہ تصور کیا جاتا ہے، جہاں بندہ اللہ کی ذات کے انوکھے پہلوؤں سے روشناس ہوتا ہے۔ نتیجتاً، اسم اعظم نہ صرف اللہ کی صفات کا خلاصہ ہے بلکہ یہ بندے کی زندگی میں خدا کی رحمت، قدرت اور مدد کا عملی مظہر بھی بنتا ہے، جس کی تلاش اور تلاوت ہر مومن کی عبادت اور روحانی زندگی کا اہم جزہے۔

ابن بطالؒ نے اسم اعظم کے بارے میں علمائے کرام رحمہم اللہ کے اختلافات نقل کیے ہیں اور پھر ان میں سے ہر ایک قول کو صحیح اور راجح قرار دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سارے ہی نام عظیم ہیں۔ اس پر آپؒ نے امام طبریؒ کا ایک قول نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ

"قال الطبري قد إختلف السلف قبلنا في ذلك فقال بعضهم في ذلك ما قال قتادة رحمه الله :إسم الله الأعظم اللهم إني أعوذ باسمائك الحسنى كلها ما علمت منها وما لم أعلم وأعوذ باسمائك الذي إذا دعيت بها أجبت وإذا سئلت بها أعطيته وقال آخرون إسم الله الأعظم هو الله الم تسمع قوله ﴿هُوَ اللَّهُ الَّذِى لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ عَالِمُ الْغَيْبِ

32 Ibn al-Qayyim. *Badāʾiʿ al-Fawāʾid*, 1:14

وَالشَّهَادَةِ ۖ هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ هُوَ اللَّهُ الَّذِى لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ إلى آخر سورة﴾[33] وقال آخرون بأقوال مختلفة لروايات رواها عن العلماء قال الطبري والصواب في كل ما رأينا في ذلك عن النبي عليه الصلاة و السلام وعن السلف أنه صحيح"[34]

امام طبریؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے پہلے سلف صالحین اس میں اختلاف کر چکے ہیں بعض رحمہم اللہ نے وہ قول اختیار کیا ہے جو قتادہؒ کا ہے کہ اللہ تعالی کا اسم اعظم یہ ہے کہ اے اللہ! میں تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں تیرے ان تمام خوبصورت ناموں کے ذریعے جو مجھے معلوم ہے اور جن کو میں نہیں جانتا اور اے اللہ میں تیرے ناموں کے ذریعے سے پناہ طلب کرتا ہوں جن ناموں سے جب آپ کو پکارا جائے تو آپ جواب دیتے ہیں اور جب آپ سے سوال کیا جائے تو آپ عطاء کرتے ہیں۔ باقی اہل علم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کا اسم اعظم اللہ ہے کیا آپ نے اللہ تعالی کا یہ قول نہیں سنا کہ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ غیب اور کا علم جاننے ہے وہ بڑا مہربان اور انتہائی رحم کرنے والے وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں آخر سورت تک۔ باقی اہل علم نے مختلف روایات جو علماء کرام سے مروی ہیں ان کی روشنی میں مختلف اقوال اپنائے ہیں۔ امام طبریؒ فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ جو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین سے روایت کیا ہے وہ تمام ٹھیک ہے۔

ابن بطالؒ نے جمہور اہل علم کے خلاف اپنی الگ رائے قائم کی ہے آپؒ کے نزدیک اللہ تعالی کے اسماء کے الفاظ اور ان کے معنی کے اختلاف کے باوجود کوئی بھی اسم اعظم نہیں ہے۔ آپؒ اپنے قول کو راجح قرار دینے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"إنه لم يروي عن أحد منهم أنه قال في شيء من ذلك قد دعا بإسمه الأعظم الذي لا إسم له أعظم منه فيكون ذلك من روايتهم أختلافا وأسماء الله تعالى كلها عندنا عظيمة جليلة ليس منها صغير وليس منها إسم أعظم من إسم ومعنى قوله عليه السلام لقد دعا بإسمه الأعظم قد دعا بإسمه العظيم كما قال تعالى﴿وَهُوَ الَّذِى يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾[35] بمعنى وهو هين عليه وكما قال إبن أوس لعمرك ما ادري وأنا لأوجل بمعنى إني لوجل ويبين صحة ما قلناه حديث حفص ابن أخيه أنس بن مالك عن أنس عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قاله لقد دعاه بإسمه العظيم الذي إذا دعي به أجابه وقال بإسمه العظيم إذا كان معنى ذلك ومعنى الأعظم واحدا"[36]

ان اہل علم میں سے کسی ایک سے بھی کوئی ایسی روایت مروی نہیں ہے کہ کسی نے کہا ہو کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی کے عظیم نام سے دعا کی ہو اللہ تعالی کا کوئی بھی نام اعظم نہیں ہے اور یہ ان کی روایات میں اختلاف ہے ہمارے ہاں اللہ تعالی کے تمام نام ہی بڑے عظیم اور جلیل ہیں ان میں سے کوئی نام بھی صغیر یا کسی

---

33 Al-Ḥajj, 59:22.
34 Ibn Baṭṭāl. *Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, 10:143.
35 Al-Naml, 30:27.
36 Ibn Baṭṭāl. *Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, 10:144.

دوسرے سے اعظم نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کا معنی کہ آپ نے اللہ تعالی کے اسم اعظم سے دعا کی یا اللہ تعالی کے اسم عظیم سے دعا کی۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ وہی اللہ ہے جو جس نے نئے سرے سے مخلوق کو پیدا کیا اور وہ پھر اسے دوبارہ لوٹائے گا اور یہ لوٹانا اس پر زیادہ آسان ہے اس کا یہ معنی ہے کہ وہ اس پر زیادہ آسان ہے۔ جیسا کہ ابن اوسؒ کا قول ہے "لا أمرك ما أدري وإني لأوجل"[37] آپ کی عمر کی قسم مجھے نہیں معلوم اور میں ڈرتا بھی ہوں۔ اس کا معنی ہے کہ میں ڈرتا ہوں اور یہ جو ہم نے کہا اس کی صحت بیان کرتا ہے۔ حدیث حفص اپنے بھائی انس بن مالک کے بیٹے سے نقل کرتے ہیں کہ انس رضی اللہ تعالی عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل کیا ہے کہ یقینا آپ نے اللہ تعالی کے اسم عظیم کے ذریعے دعا مانگی جس کے ذریعے جب دعا کی جائے تو وہ ضرور قبول کرتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی کا اسم عظیم کا اور اعظم کا ایک ہی معنی ہے۔

آپؒ مخالفین کی دلیل ذکر کرنے کے بعد یہ کہتے ہوئے اس پر رد فرماتے ہیں کہ

"فان قيل فلو كان كما وصفت كل اسم من اسماء الله عظيما لا شيء منها اعظم من شيء لكان كل من دعا باسم من اسمائه مجابا دعائه كما استجيب دعاء صاحب سليمان عليه السلام الذي اعطاه بعرش بلقيس من مصيرة شهر قبل ان يرتد الى سليمان طرفه لانه كان عنده علم من اسم الله الاعظم وكذلك عيسى صلوات الله عليه به كان يحيي الموتى ويبرئ الاكمه والابرص وقد يدعو احدنا الدهر الطويل باسمائه فلا يستجاب له فدل ان الامر بخلاف ذلك "[38]

اگر کہا جائے جیسا کہ آپؒ نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالی کے ناموں میں سے ہر نام عظیم ہے اور کوئی چیز اس سے اعظم نہیں ہے تو جو بھی اللہ تعالی کے ناموں میں سے کسی نام کے ذریعے دعا مانگے تو وہ قبول ہونی چاہیے جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھی کی دعا قبول ہوئی تھی جس نے ملکہ بلقیس کا عرش ایک مہینے کی مسافت سے سلیمان علیہ السلام کی مجلس میں حاضر کر دیا اس سے پہلے کہ سلیمان علیہ السلام اپنی پلکیں جھپکتے کیونکہ ان کے پاس اللہ تعالی کے ناموں میں سے اسم اعظم کا علم تھا اور اسی طرح حضرت عیسی علیہ السلام اسی نام کے ذریعے سے مردوں کو زندہ کرتے تھے کوڑ اور برص والوں کو شفاعطا فرماتے تھے اور ہم میں سے کوئی ایک پورا زمانہ اللہ تعالی کے ناموں کے ذریعے سے دعا مانگتا رہتا ہے مگر اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ معاملہ اس کے بر خلاف ہے۔

اگر کہا جائے کہ معاملہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آپؒ نے کہا لیکن دعا مانگنے والوں کے احوال مختلف ہوتے ہیں بعض دعا مانگنے والے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی دعا رد نہیں کی جاتی اور بعض دعا مانگنے والے ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالی ان پر ناراض ہوتا ہے اور اللہ تعالی نے ان کے لیے تکالیف اور

[37] Al-Marzuqī, Abū ʿAlī Aḥmad ibn Muḥammad ibn Ḥasan. *Sharḥ Dīwān Ḥamāsa*. Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya, 1433 AH/2012 CE, 791.
[38] Ibn Baṭṭāl. *Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, 10:145.

مصائب لکھے ہوتے ہیں اور اس دعا کے بدلے میں ان پر آنے والے مصائب اور فتنے ہٹا دیے جاتے ہیں اور بعض اوقات اللہ تعالی کی تقدیر مبرم ہوتی ہے اس وجہ سے دعا اثر نہیں کرتی اور اللہ تعالی اس دعا کو اپنے پاس قیامت کے لیے ذخیرہ فرمالیتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

"ما من مسلم يدعو إلا استجيب له ما لم يدعو بإثم أو قطيعة رحم إما أن يعجل له في الدنيا او إما أن يدخر له في الآخرة وإما يصرف عنه من السوء بقدر ما دعا"[39]

کوئی بھی مسلمان دعا مانگتا ہے مگر اس کی دعا کو قبول کر لی جاتی ہے جب تک کہ وہ گناہ کی دعا نہ مانگے یا خونی رشتہ داروں کو توڑنے کی دعا نہ مانگے۔ یا تو اس کی مانگی ہوئی دعا کا صلہ اسے دنیا میں عطا کر دیا جاتا ہے یا اللہ پاک اس کا صلہ اس کے لیے آخرت میں ذخیرہ فرمالیتے ہیں یا اس دعا کے بدلے اس پر آنے والی مصیبت اور تکلیف کو پھیر دیا جاتا ہے۔

"ويبين ما قلناه أنا وجدنا أنه يدعو بالذي دعا به الذين عجلت لهم الاجابة فلا يجاب له فدل أن الذي أوجب الاجابة لمن أجيب وترك الاستجابة لمن لم يستجيب له هو اختلاف حال الداعين لا الدعاء باسم من أسماء الله بعينه" جو ہم نے کہا وہ یہ بیان کرتا ہے کہ ہم نے بعض اوقات دیکھا ہے کہ وہ شخص جن کی دعا دنیا میں قبول کر لی گئی۔ جس نام سے انہوں نے دعا مانگی اسی نام سے ایک دوسرا شخص بھی اللہ تعالی سے دعا مانگتا ہے لیکن اس کی دعا قبول نہیں کی جاتی یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جن کی دعا کو قبول کیا گیا ان کی دعا کی قبولیت لکھ دی گئی تھی اور جن کی دعا کو قبول نہیں کیا گیا ان کی قبولیت نہیں لکھی ہوئی تھی۔ یہ دعا مانگنے والوں کے حال کا اختلاف ہے اس وجہ سے ہوا، نا کہ اللہ تعالی کے معین ناموں سے دعا مانگنے کا صلہ ہے۔

تعلیق

اللہ تعالی کے لیے اسم الاعظم کا ثبوت جمہور علماء کرام کے اقوال سے ملتا ہے اور اس میں علماء کرام کے اقوال کثرت سے وارد ہوئے ہیں لیکن میں یہاں پر دو احادیث پر اکتفا کروں گا۔

"حديث عبد الله بن بريدة ألاسلمي عن أبيه انه قال سمع النبي صلى الله عليه وسلم رجلا يدعو وهو يقول أللهم اني أسالك بأني أشهد أنك أنت الله لا اله الا أنت الأحد الصمد الذي لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا أحد قال فقال والذي نفسي بيده لقد صعد الله باسمه الأعظم الذي اذا دعي له أجاب واذا سئل به أجاب"[40] وفي لفظ لابي داوود لقد سالت الله باسمه الأعظم"[41]

---

[39] Al-Khaṭīb al-Tabrīzī, Muḥammad ibn ʿAbd Allāh. *Al-Mishkāt al-Maṣābīḥ*. Karachi: Maktabat al-Bushrā, 1439 AH/2018 CE, Kitāb al-Daʿawāt, Ḥadīth no. 2259.

[40] Al-Tirmidhī, Abū ʿĪsā Muḥammad ibn ʿĪsā. *Jāmiʿ al-Tirmidhī*. Karachi: Maktabat al-Bushrā, 1439 AH/2018 CE, Kitāb al-Daʿawāt ʿan Rasūl Allāh Ṣallā Allāh ʿalayhi wa Sallam, Bāb Jāmiʿ al-Daʿawāt ʿan al-Nabī Ṣallā Allāh ʿalayhi wa Sallam, Ḥadīth no. 3475.

[41] Abū Dāwūd, Sulaymān ibn al-Ashʿath. *Sunan Abī Dāwūd*. Karachi: Maktabat al-Bushrā, 1439 AH/2018 CE, Kitāb Tafriʿ Abwāb al-Witr, Bāb al-Duʿāʾ, Ḥadīth no. 1494.

عبداللہ بن بریدہ اسلمی اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نے ایک آدمی کو دعامانگتے ہوئے سناوہ کہہ رہا تھا اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں کیونکہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ اکیلے ہیں، بے نیاز ہیں، جس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے اور وہ یکتا ہے۔ تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس شخص نے اللہ تعالی سے اللہ کے اسم اعظم کے ذریعے دعامانگی، جس نام کے ذریعے سے جب دعامانگی جائے تو وہ ضرور قبول ہوتی ہے اور جب سوال کیا جائے تو وہ پورا ہوتا ہے اور ابو داؤد کی روایت میں یہ لفظ ہے کہ یقینا اس بندے نے اللہ تعالی کے اسم اعظم کے ذریعے دعامانگی۔

اللہ تعالی کے اسم اعظم کے بارے میں جتنی بھی احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں سے یہ حدیث سب سے زیادہ صحیح اور واضح مفہوم پر دلالت کرنے والی ہے۔ دوسری حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ

"حديث انس رضي الله تعالى عنه انه كان مع رسول الله صلى الله عليه وسلم جالسا ورجل يصلي ثم دعاه اللهم اني اسالك بان لك الحمد لا اله الا انت المنان بديع السماوات والارض يا ذا الجلال والاكرام يا حي يا قيوم فقال النبي صلى الله عليه وسلم لقد دعا باسمه العظيم الذي لا دعي به اجاب واذا سئل به اعطى"[42]

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا، (نماز سے فارغ ہو کر) اس نے دعامانگی: اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اس وسیلے سے کہ: ساری و حمد تیرے لیے ہے، تیرے سوا کوئی اور معبود نہیں، تو ہی احسان کرنے والا اور آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے، اے جلال اور عطاء و بخشش والے، اے زندہ جاوید، اے آسمانوں اور زمینوں کو تھامنے والے "! یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے اللہ سے اس کے اس اسم اعظم (عظیم نام) کے حوالے سے دعامانگی ہے کہ جب اس کے حوالے سے دعامانگی جاتی ہے تو وہ دعا قبول فرماتا ہے اور سوال کیا جاتا ہے تو وہ دیتا ہے۔

ان دو حدیثوں سے یہ بات بالکل واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالی کے لیے اسم اعظم ثابت ہے جو باقی ناموں سے الگ ہے اور ابن بطالؒ نے اللہ تعالی کے لیے اسم اعظم کی نفی کرتے ہیں اسے انہی احادیث میں تردد ہوا ہے اور ممکن ہے کہ وہ آئندہ اس پر رد کریں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپؒ نے اللہ تعالی کے اسماء کی تفضیل کے بارے میں جو قاعدہ اور قانون لازم پکڑا ہو وہ یہ ہے ہو کہ بعض نام اگر افضل ہیں تو دیگر مفضول ہوگے اور مفضول کے بارے میں ان کا گمان عیب یا نقص کا ہوگا پس اس سے عیب لازم آتا ہے اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ فاضل بھی ہوتا ہے افضل بھی ہوتا ہے حسن بھی ہوتا ہے احسن بھی ہوتا ہے عظیم بھی ہوتا ہے اور اعظم بھی ہوتا ہے اور ان میں عیب لازم نہیں آتا۔ یا آپؒ کی مراد یہ ہو کہ آپؒ دعامانگنے والے کے حالات کی طرف دیکھتے ہیں اور وہ کس چیز کی دعا کر رہا ہے کہ دعا میں اللہ تعالی سے کیا چیز مانگ رہا ہے تو اس نے کوئی شک نہیں کہ بعض اوقات ایک شخص اللہ تعالی سے بہت زیادہ دعائیں مانگنے والا ہوتا ہے اور اللہ تعالی کے ساتھ اس کا مضبوط تعلق ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالی سے دعا انتہائی اخلاص کے ساتھ مانگتا ہے تو یہ دعا ہر مرتبہ قبول کے انتہائی قریب ہوتی ہے اور غالب گمان ہوتا ہے کہ اللہ تعالی اس

[42] Abū Dāwūd. *Sunan Abī Dāwūd*, Kitāb Tafriʿ Abwāb al-Witr, Bāb al-Duʿāʾ, Ḥadīth no. 1495.

شخص کی دعا کو قبول کرلیں گے لیکن یہ اس بات کے ہرگز منافی نہیں ہے کہ اللہ تعالی کے بعض نام بعض ناموں سے زیادہ افضل ہیں اور وہ اسم الاعظم ہیں۔

"واما حمل الروايات الواردة باللفظ الأعظم على معنى عظيم فهذا مردود للناس أسماء الله تعالى كلها عظيمة وعليه فلا معنى لهذه الأحاديث لو لم يكن لهذا الأسم ميزة يختص بها ثم ان حمل أعظم بمعنى عظيم وأكبر بمنع كبير واهون بمعى هين باطل عند حزاق النحاة كما قال السهيلي"[43]

ہاں ان مذکورہ روایات کو اعظم لفظ پر محمول کرنا کہ اعظم عظیم کے معنی میں ہے تو یہ مردود ہے کیونکہ اللہ تعالی کے تمام نام ہی عظیم ہے اور اگر اس سے مراد ہے یہ لیا جائے کہ ان احادیث میں اگر مذکور اسم کی کوئی خاص شان نہیں ہے جس سے اس کو مخصوص کیا جائے تو پھر اس کو اعظم یا عظیم کے معنی پر کیوں محمول کیا جائے پھر اعظم کو عظیم کے معنی میں لینا اکبر کو کبیر کے معنی میں لینا اھون کو ھین کے معنی میں لینا یہ سب ماہر نحاۃ کے ہاں باطل ہے جیسا کہ امام سہیلی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔

وہ اہل علم جنہوں نے اللہ تعالی کے لیے اسم اعظم کو ثابت کیا ہے۔انہوں نے اسم اعظم کے بارے میں مندرجہ ذیل اقوال اختیار فرمائے ہیں کہ

1۔"اسم اعظم پوشیدہ ہے اور لیلۃ القدر کی طرح لوگوں کو اس کا علم نہیں ہے۔

2۔اسم اعظم انبیاء کرام اور اولیاء کرام کو معلوم ہے اور یہ قول صوفیائے کرام کا ہے۔

3۔اسم اعظم لفظ جلالہ اللہ تعالی ہے۔

4۔اسم اعظم سے مراد الحی القیوم ہے۔

5۔اسم اعظم سے مراد ذوالجلال والاکرام ہے اسی طرح کے دیگر اقوال بھی مذکور ہیں۔"[44]

خلاصہ بحث

ابن بطالؒ کی شرح صحیح بخاری میں اسماء باری تعالیٰ کے حوالے سے کی گئی بحث اہل سنت والجماعت کے عقائد کی بھرپور عکاسی کرتی ہے۔انہوں نے نہ صرف نصوصِ شرعیہ کو بنیاد بنایا بلکہ سابقہ ائمہ کی آراء کو بھی بیان کیا۔ان کا منہج اس بات پر قائم تھا کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کو بغیر تحریف، تعطیل اور تمثیل کے ثابت کیا جائے۔ان کے نزدیک ان اسماء کا مقصد بندے کو اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت اور بندگی کی طرف متوجہ کرنا ہے۔ابن بطالؒ نے انحرافی گروہوں کے شبہات کا جواب بھی دیا اور سلف صالحین کے منہج کی وضاحت کی۔اس طرح ان کی شرح صحیح بخاری نہ صرف فقہی مسائل کی وضاحت کرتی ہے بلکہ اعتقادی مباحث، بالخصوص اسماء الٰہی کے حوالے سے ایک قیمتی ماخذ بھی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

[43]Al-Suhaylī, ʿAbd al-Raḥmān ibn ʿAbd Allāh. *Al-Rawḍ al-Unuf fī Sharḥ al-Sīra al-Nabawiyya li-Ibn Hishām*. Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya, 1425 AH, 1:202.

[44] Al-Dumayjī, ʿAbd Allāh ibn ʿUmar. *Ism Allāh al-Aʿẓam*. Riyadh: Dār al-Waṭan, 1438 AH, 118.

Bibliography / کتابیات

* Abū Dāwūd, Sulaymān ibn al-Ashʿath. *Sunan Abī Dāwūd*. Karachi: Maktabat al-Bushrā, 1439 AH/2018 CE.
* Al-Aḥmadī, ʿAbd Allāh ibn Salmān. *Al-Masāʾil wa al-Rasāʾil al-Marwiyya ʿan al-Imām Aḥmad ibn Ḥanbal fī al-ʿAqīda*. Riyadh: Dār al-Ṭayyiba, 1422 AH.
* Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl. *Al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*. Karachi: Maktabat al-Bushrā, 1437 AH/2016 CE.
* Al-Dumayjī, ʿAbd Allāh ibn ʿUmar. *Ism Allāh al-Aʿẓam*. Riyadh: Dār al-Waṭan, 1438 AH.
* Al-Khaṭīb al-Tabrīzī, Muḥammad ibn ʿAbd Allāh. *Al-Mishkāt al-Maṣābīḥ*. Karachi: Maktabat al-Bushrā, 1439 AH/2018 CE.
* Al-Khaṭṭābī, Ḥamd ibn Muḥammad ibn Ibrāhīm. *Shaʾn al-Duʿāʾ*. 1st ed. Damascus: Dār al-Thaqāfa al-ʿArabiyya, 1429 AH/2008 CE.
* Al-Marzuqī, Abū ʿAlī Aḥmad ibn Muḥammad ibn Ḥasan. *Sharḥ Dīwān Ḥamāsa*. Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya, 1433 AH/2012 CE.
* Al-Nawawī, Muḥyī al-Dīn Yaḥyā ibn Sharaf. *Ṣaḥīḥ Muslim bi-Sharḥ al-Nawawī*. Beirut: Dār Ibn Rajab, 1436 AH/2015 CE.
* Al-Suhaylī, ʿAbd al-Raḥmān ibn ʿAbd Allāh. *Al-Rawḍ al-Unuf fī Sharḥ al-Sīra al-Nabawiyya li-Ibn Hishām*. Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya, 1425 AH.
* Al-Tirmidhī, Abū ʿĪsā Muḥammad ibn ʿĪsā. *Jāmiʿ al-Tirmidhī*. Karachi: Maktabat al-Bushrā, 1439 AH/2018 CE.
* Al-Zarqānī, Muḥammad ibn ʿAbd al-Bāqī. *Sharḥ al-Zarqānī ʿalā al-Muwaṭṭaʾ al-Imām Mālik*. Cairo: Dār al-Ḥadīth, 1433 AH/2012 CE.
* Ḥanbal, Aḥmad ibn Ḥanbal. *Musnad Imām Aḥmad ibn Ḥanbal*. Lahore: Maktaba Raḥmāniyya, 1422 AH/2001 CE.
* Ibn al-Qayyim, Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn Abī Bakr. *Badāʾiʿ al-Fawāʾid*. Beirut: Dār Ibn Ḥazm, 1427 AH/2006 CE.
* Ibn al-Qayyim, Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn Abī Bakr. *Madārij al-Sālikīn bayna Manāzil Iyyāka Naʿbud wa Iyyāka Nastaʿīn*. Beirut: Dār Ibn Ḥazm, 1427 AH/2006 CE.
* Ibn al-Qudāma, Muḥammad ibn ʿAbd Allāh ibn Aḥmad. *Dhamm al-Taʾwīl*. 3rd ed. Medina: Dār al-Naṣīḥa lil-Ṭibāʿa wa al-Nashr wa al-Tawzīʿ, 1433 AH/2012 CE.
* Ibn al-Taymiyya, Aḥmad ibn ʿAbd al-Ḥalīm. *Al-Jawāb al-Ṣaḥīḥ li-man Baddal Dīn al-Masīḥ*. Beirut: Dār Ibn Ḥazm, 1439 AH/2018 CE.
* Mālik ibn Anas. *Al-Muwaṭṭaʾ li-al-Imām Mālik*. Karachi: Maktabat al-Bushrā, 1440 AH/2019 CE.
* Ibn Baṭṭāl, ʿAlī ibn Khalaf ibn ʿAbd al-Malik. *Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*. 1st ed. Riyadh: Maktabat al-Rushd, 1420 AH.
* Ibn Māja, Muḥammad ibn Yazīd. *Sunan Ibn Māja*. Karachi: Maktabat al-Bushrā, 1442 AH/2021 CE.